© rasailojaraid.com

سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے۔ چونکہ انھوں نے اپنے کو راسخ العقیدہ ایک کیتھولک ثابت کیا تھا اس لیۓ انھیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ بعدازیں انھوں نے گوا ہی میں سکونت اختیار کرلی۔ کرایہ پر ایک دوکان لے لی۔ اور انہوں نے اپنا پرانا پیشہ شروع کر دیا انہیں سے ایک نے یسوعی عقیدہ اختیار کر لیا۔ لیکن حالات کے اچانک بدل جانے کیوجہ سے انھیں دوسرا ایک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ایک یسوعی نے انھیں اس بات سے باخبر کر دیا کہ ان کے بارے میں یہ طے کر لیا گیا تھا کہ جہاز کے پہونچنے پر انھیں پرتگال میں جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اس افواہ کو سن کر وہ بہت زیادہ دہشت زدہ ہو گئے۔ لیکن وہاں کے گورنر کے کڑے رویے نے ان کے اس شبہ کی توثیق کر دی۔ لہذا ماہ اپریل ۱۵۸۴ء میں ان میں سے تین افراد (فلچ، نیوزبری اور لیڈس) نے بھاگ نکلنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ لوگ اپنے پکڑنے والوں کو اس طرح دھوکا دینے میں کامیاب ہوئے کہ سیر وتفریح کے بہانے سے نکل کر وہ بیجاپور کے علاقے میں پہونچ گئے۔ پرتگالیوں کے مقبوضات کے حدود سے باہر نکل کر انہوں نے آزادی کی سانس لی۔ اب وہ لوگ آزادی سے جہاں چاہیں جا سکتے تھے۔

وہاں سے وہ لوگ گولکنڈہ کے لئے روانہ ہوئے اور آخر کار بالاپور (ضلع اکولا میں یہ ایک گاؤں تھا) آکر وہ مغلوں کے مقبوضات میں داخل ہوئے، جہاں سے وہ برہان پور پہونچے۔ اس کے بعد انھوں نے فتح پور سیکری جانے کا ارادہ کیا۔ وہاں پہونچکر مغل دارالخلافہ میں لیڈس نے بادشاہ کی ملازمت اختیار کرلی۔ نیوزبری نے مغرب کی سمت جانا طے کیا اور اس نے فلچ سے یہ وعدہ کیا کہ دورانِ سال میں مغلیہ سلطنت کے مشرقی صوبے کے کسی مقام پر وہ اس سے آملے گا۔ اس کے علاوہ لیڈس اور نیوزبری کے بارے میں کسی اور بات کا علم حاصل نہ ہوسکا۔ اسی اثنار میں فلچ مشرقی صوبوں کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے گنگا ندی میں کشتی کے ذریعہ اپنا سفر شروع کیا۔ اور دوران سفر میں اس نے الہ آباد بنارس، پٹنہ اور ہگلی شہر دیکھے۔ اس نے کچھ بہار کا سفر کیا اور چٹگاؤں میں پہونچا، جہاں اس نے پرتگال کے وہاں کے نوآباد باشندوں سے دوستی پیدا کرلی۔ بعدازیں وہ پیگو اور سیام گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ پھر کوچین واپس آیا۔ گوا سے ہوتا ہوا وہ چاؤل گیا۔ وہاں سے وہ پانی کے جہاز سے ہرمزد کے لئے روانہ ہوا، وہ بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہونچ گیا۔ الیپو سے اس نے اپنے وطن کا سفر اختیار کیا۔ اپریل ۱۵۹۱ء میں وہ انگلستان پہونچ گیا۔

رلف فچ نے ہندوستان کے علاوہ دوسرے مقامات کی بھی سیاحتیں کیں۔ لیکن ان کے بارے میں دستاویز پوری طرح سے محفوظ نہیں ہیں۔ فوسٹر نے لکھا ہے کہ رلف فچ کا تعلق سینٹ کیتھارائن کری سے تھا اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اُسے وہیں دفن کیا گیا۔ رلف فچ کا انتقال غالباً ۱۳ اور ۱۵ اکتوبر ۱۶۱۱ء کے درمیان میں ہوا تھا۔

مہارانی الزبتھ کا جو خط وہ انگریز مغل بادشاہ کے لئے لائے تھے، اس خط کو بادشاہ کی خدمت میں پیش نہ کیا گیا تھا۔ اگر وہ پیش کیا بھی گیا تھا تو اس بات کا حوالہ کہیں دستیاب نہیں ہوتا ہے۔

(الف) ان شہروں کا بیان۔ جو اس نے دیکھے تھے:

گوا: رلف فچ نے گوا کے بارے میں تفصیلی ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس نے صرف پرتگالیوں کے قبضے کا ذکر کیا ہے جو اہم ہے۔ اگر کسی جہاز میں تجارتی سامان اور گھوڑے آتے تو صرف گھوڑوں پر محصول لیا جاتا جبکہ تجارتی سامان محصول سے بالکل مستثنیٰ تھا لیکن اگر اس جہاز میں گھوڑے نہ لدے ہوتے تو اس جہاز پر ۸ فیصد چنگی لی جاتی تھی۔

دِیُو: ہندوستانی بحری علاقے میں پرتگالیوں کا یہ مضبوط ترین مقبوضہ تھا۔ حالانکہ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا لیکن تجارتی اشیاء کا یہاں بڑا ذخیرہ تھا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے بحری جہاز مکہ اور ہرمزد کے اس بندرگاہ میں آتے تھے۔ پرتگالیوں کے پروانۂ راہداری حاصل کئے بنا مسلمانوں کے بحری جہاز اس بندرگاہ سے ہرگز گذر نہیں سکتے تھے۔

کھمبایت: رلف فچ نے اس مقام کو "کمبیتا" کے نام سے یاد کیا ہے۔ گجرات صوبہ میں ایک خاص شہر تھا۔ یہ اچھا خاصا بنا ہوا تھا۔ اور بہت گنجان آباد تھا۔ رلف فچ نے لکھا ہے کہ قحط سالی کے زمانے میں یہاں کے لوگ معمولی سی رقم کے عوض اپنے بچے فروخت کر دیا کرتے تھے۔ اس کے اندازے کے مطابق وہاں سے دلّی چالیس دنوں کے سفر کی دوری پر واقع تھی۔ یہاں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے دیکھا کہ عورتیں اپنے بازوؤں پر ہاتھی دانت کی بے شمار چوڑیاں پہنتی تھیں۔ ان زیورات سے عورتوں کو اس قدر دلچسپی تھی کہ وہ بازو بندوں کے مقابلے میں گوشت کے کھانے سے محروم رہنا پسند کرتی تھیں"۔ اس میں پرندوں، کتوں اور بلیوں کے علاج کے لئے بہت سے اسپتال تھے۔

چول: ایک مغل وہاں کا گورنر تھا۔ ہر قسم کی مفرد دواؤں، گرم مسالوں، ریشم، صندل، ہاتھی دانت اور چینی کے برتنوں کا بھاری مقدار میں یہاں درآمد اور برآمد ہوتا تھا۔ رالف فچ نے یہاں کے ایک کھجور کے درخت کا ذکر کیا ہے۔" اس میں ہمیشہ پھل ہوتے ہیں، اور شراب، روغن، شکر، ڈوریاں، برکے، گو بھیاں، کرم کلا نکلتے ہیں۔ اس کے پتوں سے چھپر کے مکانات، بحری جہازوں کے بادبان، اور بیٹھنے کے لئے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں۔ اس کی شاخوں سے وہاں کے لوگ گھر بناتے تھے۔ سینک کے جھاڑو اور اس درخت کی لکڑی سے بحری کشتیاں یا جہاز بنائے جاتے تھے"۔

اس کے بعد رالف فچ نے تاڑی کھینچنے کا ذکر کیا ہے۔ کس طرح ایک درخت کو کاٹا جاتا تھا اور اس کے تنے سے ایک مٹی کا برتن لٹکا دیا جاتا تھا جس کو صبح وشام خالی کر دیا جاتا تھا۔ جب اس میں تھوڑی سی "سوکھی کشمش" ملا دی جاتی تو تھوڑے ہی وقفے میں وہ اشیائے نوش بہت تیز یا نشاط آور ہو جاتی تھی۔

برہان پور: سیاح نے اس شہر کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا ہے۔ اس نے محض اتنا ہی لکھا ہے کہ" پانی کے اخراج کی خرابی کی وجہ سے برسات کے دنوں میں یہاں کی گلیاں اس درجہ ناقابلِ عبور ہو جاتی تھیں کہ اس کے سوائے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ انھیں گھوڑے پر سوار ہو کر پار کیا جائے۔ اس شہر میں بڑی مقدار میں سوتی کپڑا بنا جاتا تھا، ساتھ ساتھ سوتی چھینٹ کے کپڑے تیار ہوتے تھے۔ وہاں غلہ و چاول کثرت سے دستیاب تھا۔

آگرہ اور فتح پور سیکری: اس زمانے میں آگرہ بڑا گنجان آباد اور صاف ستھرا ایک شہر تھا۔ وہ پتھروں کا بنا ہوا تھا، اس کی گلیاں چوڑی تھیں۔ وہاں ایک خوشنما قلعہ تھا جس کے چاروں طرف مضبوط ایک خندق تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگرہ کے مقابلے میں فتح پور سیکری ایک بڑا شہر تھا لیکن قدیم دار الخلافہ کے مقابلے میں اس کے مکانات اور گلیاں زیادہ خوشنما نہ تھیں۔ اس زمانے میں وہ دونوں شہر لندن کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑے تھے۔ اور زیادہ آباد بھی تھے۔ رلف فچ کے اپنے اندازہ کے مطابق ان دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ ۱۲ کوس تھا۔" سارے راستے میں خورد و نوش اور دوسری چیزوں کا ایک بازار تھا۔ جہاں اتنی آمد و رفت اور بھیڑ بھاڑ رہتی تھی کہ جیسے کوئی شخص اب بھی ایک قصبے میں ہے۔ اور اتنی بڑی تعداد میں لوگ ہوتے تھے جیسے کہ کوئی آدمی ایک بازار میں ہے۔"

پریاگ اور بنارس: پریاگ کے قریب شیر، تیتر اور جنگلی فاختے کثرت سے پائے جاتے تھے۔ رلف نے لکھا ہے کہ بنارس ایک بڑا قصبہ تھا۔ ندی کے کنارے خوشنما بہت سے مکانات بنے ہوئے تھے، ان میں سے زیادہ تر مندر تھے۔ لکڑیوں اور پتھروں کی بنی ہوئی مورتیاں ان مندروں میں رکھی ہوئی تھیں۔" ان میں سے بعض شیر نما، بعض چیتا نما، اور بعض بندر نما، بعض عورتوں، مردوں، طاؤسوں کی شکل کی، اور بعض شیطانوں کی طرح جن کے چار بازو اور ہاتھ ہوتے تھے۔ وہاں بہت سے زائرین آیا کرتے تھے۔ بڑی مقدار میں یہاں سوتی کپڑا بنا جاتا تھا۔ بنارس کمر کے پٹکوں کے بننے کے لئے مشہور تھا۔"

پٹنہ: یہ ایک بڑا قصبہ تھا۔ وہاں مٹی کے بنے ہوئے سارے مکانات تھے۔ اُن مکانوں پر چھپر پڑے ہوئے تھے۔ گلیاں چوڑی تھیں۔ وہاں کپاس، بنگالی شکر، اور افیون کا بازار تھا رلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ پٹنہ کے قریب زمین سے سونا نکالا جاتا تھا۔ وہاں کے لوگ گہرے گڑھے کھودتے تھے۔ بڑے برتنوں میں اس مٹی کو صاف کرتے تھے اور اس میں انھیں سونا مل جاتا تھا۔ گول گڑھے بنائے جاتے تھے اور ان کے چاروں طرف اینٹوں کی دیوار چن دی جاتی تھی تاکہ اس میں کنارے کی مٹی نہ گرنے پائے۔"

(ب) بادشاہ

اکبر کی شخصیت، اس کی عظمت، اور اس کی شان و شوکت کے بارے میں رلف نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا بیان بالکل مایوس کن ہے۔ فی الحقیقت یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس نے اکبر جیسے بادشاہ کا ضمناً ذکر کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اکبر "قمیض نما ایک قبا پہنے ہوئے تھا۔ جس کے ایک طرف ڈوریاں بندھی ہوئی تھیں، اور کپڑے کا ایک چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھے ہوئے تھا، جس کا اکثر رنگ سرخ اور زرد ہوا کرتا تھا۔"

پرتف نے یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ سراؤں کے علاوہ اس کے حرم میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔

(۳) لوگ، ملبوس اور حلیہ

گولکنڈہ کے مرد اور عورتیں ایک دھوتی پہنا کرتے تھے" اس کے علاوہ ان کے تن پر دوسرا کوئی کپڑا نہ ہوتا تھا؛

گنگا ندی کی وادی میں رہنے والے لوگوں کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ "سوائے ایک دھوتی کے" وہ لوگ برہنہ رہا کرتے تھے۔ مرد داڑھی منڈوایا کرتے تھے اور ان کے سروں پر لمبے بال ہوتے تھے۔ بعض لوگ ایسے تھے جن کے سر کی چوٹی کے علاوہ سر کے بال منڈے ہوئے ہوتے تھے۔ بعض لوگ ایسے تھے کہ ان کے سر کے بال کناروں سے صاف ہوتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ اُن کے سروں پر تشتری رکھی ہو" پٹنہ کے لوگ قد آور اور نازک اندام ہوتے تھے لیکن ان میں بہت سے بوڑھے لوگ پائے جاتے تھے۔ بنارس کی عورتیں چاندی، تانبا اور ٹین کی چوڑیاں پہن کر اپنے پیروں اور بازوؤں کی تزئین کیا کرتی تھیں۔ چوڑیوں کے علاوہ کپڑے پہنتی تھیں جن پر پتھر یا عقیق جڑے ہوتے تھے۔ وہ اپنی مانگ میں سندور بھرا کرتی تھیں۔ اس طرح اس میں تین لکیریں بن جاتی تھیں۔ پٹنہ کے لوگ ننگے پیر چلا کرتے تھے۔ اور وہ لوگ چاندی اور تانبے کی چوڑیاں پہنتے تھے۔ موسم سرما میں مرد روئی کے لبادے اور ٹوپے پہنتے تھے۔ جن میں دیکھنے کے لئے جگہ چھوٹی ہوتی تھی۔ وہ ٹوپے ڈوریوں سے کان کے نیچے بندھے ہوتے تھے۔

جہاں تک سادھوؤں کا سوال تھا لوگ ان کے بارے میں "بڑی بڑی باتیں کیا کرتے تھے!"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان میں سے رالف نے ایک کا ذکر کیا ہے۔ رالف نے ننگ دھڑنگ پایا تھا اور اس کی داڑھی لمبی تھی۔ اس کے سر پر اتنی لمبی جٹا تھی کہ اس سے اس کے اعضائے چھپے ہوئے تھے۔ اس کے ناخن دو انچ لمبے تھے۔ وہ ہمیشہ مون (خاموش) رہتا تھا لیکن اس کے بعض ایسے چیلے تھے جو اس کی ترجمانی کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی شخص اس سے بات کرتا تو وہ اپنی چھاتی پر اپنا ہاتھ "رکھ لیتا" اور سر جھکا لیتا۔

(د) رسوم اور تہوار

بچپن کی شادی : بچپن کی شادی کا عام رواج تھا۔ ایسی ایک شادی کا منظر رالف فچ نے برہان پور میں دیکھا تھا۔ لڑکے کی عمر تقریباً نو سال اور لڑکی کی چھ سال تھی۔ ان کی نئی شادی ہوئی تھی اور دونوں گھوڑے پر سوار تھے۔ اعلیٰ پیمانے پر رقص و سرود کے ساتھ اسے شہر میں گشت کرایا جا رہا تھا۔ جب دولہا دلہن گھر آئے تو ساری رات بہت خوشیاں منائی گئیں۔ لیکن بڑے وثوق سے اس نے لکھا ہے کہ وہ "ہم بستری اس وقت تک نہیں کرتے تھے جبتک ان کی عمر دس سال نہ ہو جاتی"۔

اس قسم کی شادیوں کی وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ لوگ اپنی حیات میں اپنے بچوں کو شادی شدہ دیکھنے کے خواہاں ہوتے تھے۔

شادی کی رسم : بنارس میں ایک شادی کی رسموں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ وہ جوڑا (دولہا دلہن) ندی کے کنارے لایا گیا جہاں ایک برہمن ایک گائے اور بچھڑا لئے ہوئے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے بعد وہ سب کے سب یعنی پجاری، گائے، بچھڑا، دولہا اور دلہن ندی میں اتر گئے۔ پجاری کو ایک سفید کپڑا اور ایک ٹوکری دے دی گئی تھی جس میں بہت سی چیزیں تھیں۔ پجاری نے وہ کپڑا گائے کی پیٹھ پر رکھ دیا، بچھڑے کو پکڑے رہا، اور منتر پڑھنے لگا۔ دولہا پجاری کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور وہ دلہن اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھی۔ اور "سب لوگ گائے کی دُم پکڑے ہوئے تھے"۔ اس کے بعد رالف نے تالی کے باندھنے کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ "وہ گھڑے سے گائے کی دُم پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ پانی ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام ہاتھ سے بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد اس بوڑھے آدمی نے اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑوں سے ان کا "گٹھ بندھن کر دیا"۔ اس کے بعد انھوں نے گائے اور بچھڑے کے چاروں طرف کئی بار چکر لگائے۔ پھر غریبوں میں خیرات تقسیم کی جو ایسے موقعوں پر جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اس گائے اور بچھڑے کو پجاری کو دان میں دیدیا گیا۔ جب تمام رسوم ادا ہو چکیں تو دولہا اور دلہن ایک مندر میں گئے اور اپنے معبود کی پوجا کی۔ آخر میں اپنی خوشی کے ساتھ وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔

(ز) مذہبی عقائد اور توہمات

کمبایت کے ہندوؤں میں گائے پوجنے کی "حیرت انگیز" رسم پائی جاتی تھی وہ لوگ اس کے "گوبر" سے گھروں کی دیواریں لیپتے تھے۔ وہ لوگ گوشت سے پرہیز کرتے تھے، کسی جاندار کی ہتھیا نہیں کرتے تھے، اور سبزیوں، چاول اور دودھ پر زندگی گذارتے تھے۔

برہمن: جب وہ لوگ ندی میں نہانے کے لئے جاتے تھے تو دونوں ہاتھوں سے اپنے جسم پر پانی ڈالتے تھے۔ پہلے وہ جنیو کو دونوں ہاتھوں سے اندر ہی اندر گھماتے تھے اور اس کے بعد ایک حصہ ایک بازو کے اوپر اور دوسرا حصہ دوسرے بازو کے نیچے ڈال لیا کرتے تھے۔ پانی میں گھس کر وہ برہنہ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔" زمین پر چت لیٹ کر، تیس سے چالیس مرتبے پلٹیاں کھا کر، سورج کی طرف ہاتھ اُٹھا کر، اپنے ہاتھوں پیروں کو پھیلا کر، زمین کو چوم کر اور اپنے دائیں پیر کو ہمیشہ بائیں کے آگے رکھ کر وہ لوگ ریاضتِ شاقہ کیا کرتے تھے۔ جتنی مرتبہ وہ زمین پر پلٹی کھاتے تھے۔ اتنی ہی مرتبہ انگلیوں سے یہ جاننے کے لئے لکیریں بنا دیتے تھے کہ ان کا مقررہ کام کب ختم ہوگا۔ صبح سویرے روزانہ اپنے ہاتھوں، کانوں اور گلوں پر "زرد رنگ کے ساز و سامان" سے نشانات بناتے تھے۔ یہ لوگ ان لوگوں کے سروں اور گلوں پر بھی "سفوف" لگاتے تھے جن سے ان کی ملاقات ہوتی تھی۔ اپنے ہاتھوں کو سر تک اٹھا کر اور "رام رام" کہکر وہ ایک دوسرے سے سلام کرتے تھے۔ جب ان کی عورتیں ندی کے کنارے جایا کرتی تھیں تو وہ گانا گاتے ہوئے دس دس، بیس بیس یا تیس تیس کی ٹولیوں میں جایا کرتی تھیں، اور نہا کر لوٹ آتی تھیں۔ وہ اپنے چہروں اور ماتھوں پر زرد رنگ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سفوف لگایا کرتی تھیں۔

بنارس کے عابد، زاہد اور مرتاض اور ان کی عبادتیں:

بنارس میں صبح سویرے ہونے والی عبادتوں کا بڑی بے ترتیبی سے ذکر کیا گیا ہے۔ پھر بھی ان کے بارے میں ایک غیر واضح تصویر پیش کی جاتی ہے۔ مرد اور عورتیں تڑکے نہانے کے لئے ندی کنارے جایا کرتے تھے۔ یہاں بہت سے بوڑھے لوگ بیٹھے رہا کرتے تھے۔ جو نہانے والوں کو "دو یا تین تنکے" دیا کرتے تھے۔ نہاتے وقت وہ لوگ ان تنکوں کو اپنی انگلیوں کے بیچ میں دبا لیا کرتے تھے۔ نہانے آنے والے لوگ اپنے ساتھ کپڑے میں چاول اور جو وغیرہ باندھ کر لاتے تھے۔ نہانے کے بعد ان اناجوں کو وہ لوگ ان لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے جو وہاں عبادت کرنے میں منہمک رہتے تھے۔ اشنان کرنے کے بعد وہ لوگ مختلف مندروں میں جاتے اور وہاں نذریں پیش کیا کرتے تھے۔

بنارس کا اُدنامی مندر:

وہاں ایک دیوتا کا مندر تھا جسے مقامی زبان میں آد کہتے تھے۔ پنجے نما اس کے چار ہاتھ تھے۔ اس مندر میں ایک کنواں تھا۔ پانی کی سطح تک پہونچنے کے لئے اس کے اندر پتھروں کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس کنوے کا پانی ناپاک اور بدبو دار تھا کیونکہ بڑی تعداد میں اس میں پھول ڈالے جاتے تھے۔ لیکن اس مندر کے پجاری اس میں غسل کرتے تھے اور اس بات کا اعلان کرتے تھے کہ اس میں نہانے سے ان کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کنوے کی تہ سے بالو جمع کرتے اور یہ دعویٰ کرتے کہ وہ بالو متبرک ہے۔

یہاں رلف فچ نے لوگوں کو ایک مقام پر عبادت کرتے دیکھا تھا اور وہ زمین پر پوری طرح سے اپنے ہاتھ پیر پھیلا کر عبادت کرتے تھے۔ وہ کھڑے ہوتے اور زمین پر لیٹ جایا کرتے تھے۔ بیس یا تیس مرتبہ زمین کو چومتے تھے، لیکن وہ کسی طرح سے اپنا داہاں پیر ہلنے نہ دیتے تھے۔ رلف فچ نے دوسرے عبادت گذاروں کو دیکھا۔ جو چھوٹے بڑے پندرہ سولہ گھڑوں میں بھرے پانی کے ارد گرد چکر لگایا کرتے تھے اور عبادت کیا کرتے تھے۔ گھڑوں میں پانی ڈالتے جاتے، گھنٹی بجاتے جاتے اور منتر پڑھتے رہتے تھے۔ اس عمل کو ختم کرنے کے بعد وہ لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے دیوتا کے سامنے حاضر ہوتے اور نذریں چڑھاتے تھے۔

بنارس کے بعض مندروں میں پجاری لوگ گرمیوں کے موسم میں مورتیوں کو پنکھا جھلا کرتے تھے۔

گھاٹوں کے کنارے لاشوں کو جلانا :

جلانے کے لئے بہت سی لاشوں کو وہاں لایا جاتا تھا۔ بعض کو آگ میں جلا دیا جاتا اور بعض کو پانی میں پھینک دیا جاتا تھا۔ کتے اور لومڑیاں ان لاشوں کو کھا لیتی تھیں۔

آدمیوں کو زندہ پانی میں بہا دینا :

جو لوگ لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جاتے تھے تو ان بیماروں کو مندر میں لے جاتے مورتیوں کے سامنے زمین پر لٹا دیتے جہاں وہ رات بھر لیٹے رہتے۔ اگر اس رات کو ان کی حالت بہتر نہ ہوتی تو دوسرے دن سویرے ان کے اعزا ان کے قریب جا کر "تھوڑی دیر بیٹھتے اور روتے چلاتے" اس کے بعد ان بیماروں کو دریا کے کنارے لے جاتے اور سرکنڈے سے بنائے ہوئے ایک بیڑے میں انھیں لٹا دیتے اور بہا دیتے۔

لاشوں کو بہانے کا طریقہ :

پٹنہ میں جب لوگ ندی میں لاشوں کو بہاتے تو وہ لاشیں اس طرح بہتی تھیں کہ مردوں کے سر نیچے کی طرف اور عورتوں کے اوپر کی طرف ہوتے تھے۔

ستی کی رسم :

اگر کوئی عورت رضامند ہوتی تو گجرات میں اس کو شوہر کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا: لیکن اگر وہ انکار کرتی تو اسے جل جانے کے لئے مجبور نہیں کیا جاتا تھا؛ بلکہ اس کے سر کو مونڈوا دیا جاتا تھا۔ بعد ازیں اس کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ بنارس میں بھی اس رسم پر عمل کیا جاتا ہے۔

پٹنہ میں ایک مسلمان پیر :

وہ پیر گھوڑے پر سوار تھا۔ رالف فچ نے جب اسے دیکھا تو وہ بازار سے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید وہ اونگھ رہا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے قدموں کو چھو رہے تھے اور پھر وہ اپنے ہاتھوں کو چوم رہے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں رلیف ہرفم نے اپنی رائے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

" وہ لوگ اسے ایک بڑا آدمی سمجھتے تھے لیکن وہ ایک کاہل بے ڈھنگا آدمی تھا۔ وہ سور رہا تھا۔ ان ملکوں کے لوگ ایسے بکواسی اور ریاکار لوگوں سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔"

حیاتِ ذاکر حسین

(از خورشید مصطفیٰ رضوی)

ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کی خدمت علم اور ایثار و قربانی سے بھرپور زندگی کی کہانی جس میں اردو ماخذ اور ملکی و بیرونی اخبارات و رسائل کی چھان بین سے تمام حالات تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

شروع میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کا قیمتی پیش لفظ ہے

قیمت مجلد: ۲۵/ روپے

تین تذکرے

یہ کتاب ان تین کتابوں کی تلخیص ہے "مجمع الانتخاب" "طبقات الشعراء" اور "گل رعنا" یہ تلخیص جن قلمی نسخوں سے مرتب کی گئی ہے وہ سب اپنے اپنے مؤلفین کی نظروں سے بھی گذر چکے ہیں اس لئے ان کا متن مستند ہے۔ ادبیات اردو کے سلسلے میں یہ تذکرے نہایت اہم اور بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تلخیص نگار: نثار احمد فاروقی صاحب

مجموعی صفحات ۳۳۵

قیمت مجلد: ۳۰/ روپے

© rasailojaraid.com